۱۹۷۳ء کا دستور اور ہماری ذمہ داریاں

یہ اہلِ پاکستان کی بدقسمتی تھی کہ قیامِ پاکستان کے بعد بابائے قوم جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے مرتے وقت انہیں پاکستان کے بارے میں جن چیزوں کی فکر تھی ان میں سے ایک بقول محترمہ فاطمہ جناح دستور کا مسئلہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد دستور کا مسئلہ جس انداز سے الجھا یا الجھایا گیا اس نے ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے ان دعوؤں کی قلعی کھول دی کہ جمہوریت کا خون نہ صرف ہماری "رگوں" میں دوڑتا پھرتا ہے بلکہ وہ ہماری "آنکھوں" سے بھی ٹپکتا ہے۔ چنانچہ بڑی مشکل سے ۵۶ء کا دستور تیار کیا گیا، مگر جن لوگوں نے اس پر دستخط کئے تھے اور اس کی وفاداری کا حلف اٹھایا تھا، انہوں نے ۱۹۵۸ء میں خود ہی اپنے ہاتھوں سے اسے چاک کر دیا۔ اس کے بعد ۶۲ء کا دستور آیا لیکن اسے ۶۹ء میں پھاڑ دیا گیا اور ملک میں مارشل لا آگیا، جس کی وجہ سے ہماری تاریخ میں ایک خون چکاں باب کا اضافہ ہوا۔ ۱۹۷۱ء تک پاکستان کو جن بے پناہ مشکلات سے گذرنا پڑا، اس کی ایک بڑی وجہ ہماری رائے میں دستور کا نہ ہونا تھا اور جب کبھی بُرا بھلا دستور تیار کیا گیا تو ہم نے اس کے وقار کا خیال نہیں رکھا، جس کی وجہ سے ملک کے مختلف حصوں میں نہ صرف خوفناک سیاسی بحران نے جنم لیا بلکہ بعض حصے جنہوں نے پاکستان کی تخلیق میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا، پاکستان سے باہر بھی نکل گئے۔

اس المیہ سے ہمیں سبق لینا چاہئے، ہمارا فرض ہے کہ ہم ۱۹۷۳ء کے دستور کی حدود میں رہتے ہوئے اپنے سیاسی مسائل کا حل سوچیں، ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ تازہ انتخابات کے نتیجے میں حزبِ اختلاف نے قومی اسمبلی میں شریک نہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور ملک میں مظاہرات شروع ہو گئے ہیں۔ اس موقعہ پر ہماری اربابِ سیاست سے یہ دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اس سیاسی بحران پر قابو پانے کے لئے ۷۳ء کے دستور کی حرمت و تقدس کا خیال رکھیں گے، کیونکہ اگر کہیں دستور کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ گیا، اور تشدد کی راہ پر چل نکلے تو پھر ہمارے غریب عوام کو بے پناہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ ہمارے تعاقب میں ہے اور ہماری سیاسی زندگی کے حالیہ نشیب و فراز پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جناب وزیرِ اعظم کی سیاسی بصیرت، تدبر اور ایسے ہی حزبِ اختلاف کے

رہنما کا مذہبی مطالعہ اور فقہی نظر تاریخ کو مایوس نہیں کرے گا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ جناب وزیر اعظم کی پیش کش کو اصولی طور پر حزب اختلاف کے رہنماؤں نے قبول بھی کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب دونوں فریق مذاکرات کے حق میں ہیں تو پھر مظاہرات کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا ان سے ہماری قومی معیشت اور ملک کے اجتماعی امن و سکون پر اثر نہیں پڑے گا؟ یہ درست ہے کہ حزب اختلاف کے رہنماؤں نے بد نظمی کے خلاف اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے، لیکن انہیں معلوم ہے کہ اس قسم کے مظاہرات عموماً بعض شرپسند عناصر کی وجہ سے توڑ پھوڑ کی راہ اختیار کر لیتے ہیں جن پر خود سیاست دانوں کا بھی کنٹرول نہیں رہتا۔ ۱۹۶۹ء کے ہنگامے اور ان کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ حزب اختلاف کے معزز رہنماؤں کو ملکی تاریخ کی روشنی میں مظاہرات کی پالیسی پر از سر نو غور کرنا چاہیئے، چونکہ ہر محب وطن ملک میں دستور، جمہوریت اور قانون کی بالا دستی کے حق میں ہے اس لئے ہم اپنی افتاد طبع کے خلاف حالیہ سیاسی بحران پر چند سطریں لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ورنہ ہمارا ادارہ ایک علمی ادارہ ہے، جس کا بنیادی کام بقول چیئرمین ریسرچ ہے، سیاست نہیں۔

****